ہیں۔ اس میں دونوں طرف استصناع کا عقد ہوا، مگر دونوں ایک دوسرے پر معلق نہیں ہونے چاہیں۔

مندرجہ بالا میں ہم نے چار طرح سے اسلامی ہوم فنانسنگ کے طریقے بیان کیے ہیں۔ ان میں سے سکالرز کے نزدیک بہتر مشارکہ متناقصہ ہی ہے۔ کیونکہ علماء عرب کے مطابق بیع بالثمن اجل یا مرابحہ فنانسنگ برائے ہوم فنانسنگ میں اور سودی فنانسنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ملائیشیا میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے معروف سکالر ڈاکٹر احمد کمیل میرانے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اسلامی ہوم فنانسنگ کے لیے بہتر طریقہ صرف مشارکہ متناقصہ ہی ہے۔ کیونکہ مرابحہ میں ایک دفعہ رقم (لاگت اور نفع) طے ہوگیا تو اس میں تبدیلی جائز نہیں ہے۔ اب ہوم فنانسنگ کے لیے کوئی ایک دو سال کی فنانسنگ لیتا نہیں، اس کے لیے تو پندرہ بیس سال کی فنانسنگ لینی ہوتی ہے۔ اور اتنے لمبے عرصے کے لیے فنانسنگ بنک اور کلائینٹ دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ کچھ سکالرز نے مشارکہ متناقصہ پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔

ڈاکٹر سید طاہر حجازی اور حنیف صاحب کے مطابق مشارکہ متناقصہ بیع بالثمن العاجل کی طرح نا قابل عمل نہیں بلکہ یہ قابل عمل ہے، مگر اس کی بنکوں کے اندر جو پریکٹس ہو رہی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ اور مشارکہ متناقصہ میں جو شرح منافع رکھا جاتا ہے وہ سودی شرح ہے۔ کچھ سکالرز لکھتے ہیں کہ شرح منافع جو بنک لیتا ہے وہ علاقے کی بنیاد پر ہونا چاہیے نہ کہ شرح سود کی بنیاد پر۔ کیونکہ اگر ایک بندہ اسلام آباد میں ہوم فنانسنگ لے رہا ہے اور ایک آدمی لاہور میں تو ان دونوں کے کرایہ میں بہت فرق ہوگا، بنک ان دونوں سے ایک ہی کرایہ کی رقم کیسے لے سکتا ہے؟

پھر بھی مشارکہ متناقصہ تمام دیگر طریقوں سے بہتر ہے۔ مشارکہ متناقصہ نہ صرف اسلامی بلکہ غیر اسلامی ممالک میں بھی ہوم فنانسنگ کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ جیسے کہ امریکہ میں مسلمانوں نے ایک ادارہ قائم کیا ہے جسے ''لاربا'' کہتے ہیں۔ اس میں وہ اسلامی قوانین کے مطابق گھر کی سہولت مہیا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری سے 06 اپریل 2003ء کو کینیڈا میں خطاب کے بعد سوال کیا گیا کہ کینیڈا کے مسلمان کو ہوم فنانسنگ کے لیے یا Mortgage کے لیے سودی نظام اختیار کرنا پڑتا ہے، تو اس کے بارے میں ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ تو علامہ صاحب نے جواب دیا کہ سود حرام ہے، اس کا حکم چودہ سو سال پہلے آگیا۔ اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے جو سود کو حلال مانتا ہے وہ کافر ہے اور جو اس کو حرام نہیں مانتا وہ بھی کافر ہے۔ مگر جو لوگ کینیڈا میں یا غیر اسلامی ریاست میں رہنے آئے ہیں تو وہ اپنی حکومت سے کئی قسم کے فوائد لیتے ہیں، چائلڈ بینیفٹ اور دیگر طرح سے تو وہ بھی تو حرام ذرائع سے اکٹھا ہوتا ہے۔ اگر وہ رقوم لے لیتے ہیں، تو سودی معاملہ کرنے میں کیا حرج ہے؟

مجھے ان کی بات سے بہت اختلاف ہے کہ جناب علامہ صاحب اگر کسی چیز کا حل نہیں نکال سکتے تو کم از کم اجتہاد فرما کر سودی نظام کو حلال تو نہ کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ غیر اسلامی ممالک میں مسلمانوں کو مل کر کوآپریٹیو سوسائٹیز بنا کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے اسلامی ہوم فنانسنگ کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے نہ کہ سودی نظام کی طرف چلے جائیں۔

رشتے ناتے

میاں انوار اللہ۔اسلام آباد

رشتے ناتے دکھ درد بانٹنے کے لیے ہیں۔ رشتوں کی بدولت ہی نسلِ انسانی کی بڑھوتری ممکن ہوئی۔اس سے زندگی میں آرام وسکون کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ہماری دیہاتی زندگی میں تو جس کے پاس بانہیں (لڑنے مرنے کے قابل انسان) زیادہ ہوں وہ گاؤں میں معزز سمجھا جاتا ہے اور اُس سے خوف بھی کھایا جاتا ہے۔لوگ ایک دوسرے کو مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص سے نہ بگاڑیں ورنہ جینا حرام ہو جائے گا۔ بانہوں کی خواہش ایک فطری جبلت ہے۔ دیکھیے! اللہ کے پیغمبر حضرت لوط علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی قوم کے بدمعاشوں سے تنگ آ کر فرمایا: ﴿لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید﴾ [ھود: ۸۰] ''کاش کہ مجھ میں تم لوگوں سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا۔''

اس آیت مبارکہ میں ''قوۃ'' سے مراد اپنے دست و بازو یا اولاد کی قوت مراد ہے جبکہ ''رکن شدید'' سے مراد زبردست آسرا یعنی خاندان، قبیلہ اور احباب ہے۔سیدنا لوط علیہ السلام انتہائی کسمپرسی کے عالم میں آرزو کر رہے ہیں کہ اگر میرا خاندان، قبیلہ اور احباب (بانہیں) ہوتے تو آج میں اپنے معزز مہمانوں کی حفاظت کی خاطر ان بدقماش لوگوں سے بآسانی نمٹ لیتا۔ یہ آرزو توکل کے منافی نہیں بلکہ ظاہری اسباب کے مطابق ہے۔

گرد و پیش کا عمیق نگاہوں سے جائزہ لیا جائے تو ہر چوتھا گھر بیٹے بیٹیوں کے لیے مناسب رشتے نہ ملنے کا شاکی ہے۔ لیکن وہ گھرانہ خود اپنی اصلاح کی طرف آنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ اپنے آپ کو معصوم اور دوسروں کو ظالم ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے، چونکہ یہ زور انصاف پر مبنی نہیں ہوتا اس لیے بے سود ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ اپنے دامن میں مختلف انسانیت کش آرزوئیں لیے ہوئے ہے۔ ان انسانیت کش آرزوؤں کا خاتمہ تو کجا ہم تو اس سمت میں سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ چونکہ ہماری اکثریت اپنا الّو سیدھا کرنے میں لگی ہوئی ہے، اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ گھمبیر شکل اختیار کر چکا ہے۔ ہماری نظر میں اس کے درج ذیل پہلو ہیں:

❁ **شریف اور مناسب لڑکوں کا قحط:** لڑکے کچھ سال پہلے تک تعلیم مکمل کر کے مناسب روزگار حاصل کر لیتے تھے لیکن کرکٹ کے کھلاڑیوں کو آئیڈیل بنا کر پیش کرنے سے ہر لڑکا ''**عمران خان**'' کا جانشین بننے کی آرزو دل میں لیے ہوئے ہے۔ مزید یہ کہ جو سٹوڈنٹ کے پڑھنے کے مہینے ہوتے ہیں انھی میں کرکٹ ٹورنامنٹ منعقد کرائے جاتے ہیں بچے چونکہ پختہ ذہن والے نہیں ہوتے اس لیے کرکٹ کے گلیمر کے بآسانی شکار ہو جاتے ہیں۔ ماضی کی نسبت اب تو بچے میٹرک بھی نہیں کر پاتے۔ لاچار مزدوری کی طرف آنا پڑتا ہے۔ کرکٹ کے میچز کے دوران دفاتر میں ٹی وی پر گیارہ کھلاڑی ہی آنکھوں کا تارا بنے رہتے ہیں۔ عوام کے کام دھرے رہ جاتے ہیں۔

جاہلانہ ٹھاٹھ باٹھ اور خود ساختہ مظلومی: مشاہدہ ہے کہ ایک ہی فیملی نے جب بیٹے کا رشتہ طے کرنا ہوتا ہے تو اس کی ایڑی زمین پر لگتی ہی نہیں۔ خواہ ان کا صاحبزادہ اتنے اعلیٰ معیار پر پورا اترتا ہی نہ ہو۔ والدین کو ہمیشہ لڑکی کی مالی حیثیت کا سوال درپیش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جہیز میں دنیا جہاں کی آسائشوں کے متمنی ہوتے ہیں۔ جب انھی لوگوں نے بیٹی کے لیے اپنا داماد چننا ہو تو حالت دیدنی ہوتی ہے۔ ''**کاٹو تو بدن میں لہو نہیں**'' کے مصداق ہوتے ہیں۔ پھر سادگی کی ڈھیروں حکایتیں زبان زد ہوں گی۔ اسی پر اکتفا نہیں، دلی خواہش ہوتی ہے کہ جس گھر میں ہماری بیٹی جائے وہاں سسر اور ساس نہ ہوں۔ دولھا کے بہن بھائی بھی نہ ہوں۔ بس ہماری بیٹی ہو اور داماد۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ تاکہ ہماری بیٹی رانی بن کر اپنے گھر رہے۔ جبکہ انھی لوگوں کا بہو کے بارے میں یہ نظریہ ہوتا ہے کہ ''وہ ایک مشینی انسان ہو، نہ تھکے اور نہ کام سے رکے، نہ کھانے کو مانگے، نہ لباس کا تقاضا کرے۔

اسلامی تعلیمات: (۱) ﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمن ولأمة مؤمنة خير من مشركة ولو أعجبتكم ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا ولعبد مؤمن خير من مشرك ولو أعجبكم﴾ [البقرة ۲۲۱] ''اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو، ایماندار لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے گو تمہیں کوئی مشرکہ اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ ایماندار غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔''

(۲) ﴿إنما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون فى الأرض بغير الحق أولٰئك لهم عذاب أليم ۝﴾ [الشورىٰ ۴۲] ''الزام تو ان لوگوں پر ہے جو نسل انسانی پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

مذکورہ بالا آیت ربانی کا ترجمہ پڑھ کر مرد و زن بالخصوص خواتین کو خواہ وہ بیٹی ہو، ماں ہو، بہو ہو، یا ساس، گھریلو زندگی میں اپنے اپنے کردار کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں ان کی خواہشات اور انا نے گھر کی زندگی کو عذاب تو نہیں بنا رکھا۔ امیری غریبی میں بخوشی گزارہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جس گھر میں ہر کوئی دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی منصوبہ بندی میں مصروف ہو، وہاں کوئی کتنا عرصہ رہ سکے گا؟

(۳) عورت (بیوی) اور مرد (خاوند) ایک دوسرے کا لباس ہیں: ﴿هن لباس لكم وأنتم لباس لهن﴾ [البقرہ: ۱۸۷] انسان کا لباس اس کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پھر لباس پہننے کے تین مقاصد تو ہم سے ہر کوئی بخوبی جانتا ہے: {۱} ستر کو چھپانے کے لیے لباس پہننا ازحد ضروری ہے۔

{۲} جسم کو موسمی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے لباس پہنا جاتا ہے۔

{۳} زیب و زینت کی خاطر بھی لباس سرفہرست ہے۔

رشتے ناتوں سے نئے خاندان تشکیل پاتے ہیں۔ بچوں کی پرورش، تعلیم و تربیت پھر ان کی شادی وغیرہ کی ذمہ داری

والدین پر عائد ہوتی ہے۔ جب گھر کا ماحول ہی آپس کی یگانگت سے خالی، ہر کوئی دوسرے سے شاکی، غرض آگ کی بھٹی جیسا ہوگا تو نوزائیدہ بچوں پر بھی اس کا بُرا اثر پڑے گا۔ پاکستانی سوسائٹی میں ساس اور بہو کی ازلی وابدی چپقلش نے گھروں کے گھر اُجاڑ دیے۔ چاند جیسے معصوم بچوں سے کبھی باپ کی شفقت چھینی تو کبھی انہیں ممتا کے پیار سے محروم کردیا۔

حقوق وفرائض: ہر انسان کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں۔ لیکن یاد رکھیے کہ حقوق سے پہلے فرائض ادا کرنا ضروری ہے۔ (۱) عورت جب ماں بنتی ہے تو اس کا درجہ خالقِ کائنات نے بہت ہی زیادہ بلند کردیا ہے "جنت ماں کے قدموں تلے ہے" [الحدیث] اس لیے کہ اس نے نو ماہ حمل کی صعوبت اٹھا کر، ولادت کے وقت زندگی وموت کی وادی سے گزر کر بچے کو جنم دیا۔ پھر اس کا پاخانہ پیشاب وقت بے وقت دھویا۔ یعنی پہلے ماں کے فرائض سے عہدہ برآ ہوئی تو ماں کے حقوق عطا ہوئے۔ (۲) سرکاری ملازمین مہینہ کے تمام دن ملازمت کرتے ہیں۔ پھر نئے مہینے کی آمد پر انہیں تنخواہ دی جاتی ہے۔ تاکہ سکھ کا سانس نصیب ہو۔ یہ اصول گھریلو زندگی میں ہم کیوں نہیں اپناتے!؟

احادیث مبارکہ: "بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے۔" [بخاری کتاب الصوم]

حقوق کی وسعت: ﴿خلق لكم مافي الأرض جميعا﴾ [البقرة ۲۹] "اس ذات نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔" زمین کی تمام چیزیں ہمارے لیے پیدا کی گئیں۔ لہٰذا ہمیں ان سے وہی کام لینا چاہیے جس کے لیے وہ بنائی گئی ہیں۔ [البخاری باب الحرث والمزارعة ۱/۳۱۲] آپ ﷺ نے ایک حکایت میں اس نقطے کی وضاحت فرمائی کہ ایک دفعہ ایک آدمی بیل پر سوار جا رہا تھا کہ اچانک اس نے منہ پھیر کر سوار سے کہا: میں اس کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ میں تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔" نیز "ایک عورت کو اس لیے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھے رکھا اور اسے کھانے پینے کو کچھ نہ دیا وہ سسک سسک کر بھوکی مرگئی۔" [صحیح البخاری] ایک شخص نے چیونٹی کو جلایا اسی پر اس سے باز پرس ہوئی۔ [صحیح البخاری]

قرآن سنیے اور فیصلہ کیجیے: {1} ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا إمّا يبلغنّ عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريماً ۝ واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً ۝﴾ [بنی اسرائیل ۲۳-۲۴]

"اور تیرا رب صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات کرنا۔ اور عاجزی اور محبت سے ان کے سامنے تواضع کا بازو پست کیے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے رب! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم نے اپنی ذات اقدس کے حق سے متصل ہی والدین کی حتی المقدور خدمت،